

# اصول شہادت

مولانا حمید الرحمن صاحب عباسی

اُستاذ تفسیر مدرسہ قائم العلوم شیر نوالہ دروازہ لاہور

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ - اَمَّا بَعْدُ:

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی رشد و ہدایت اور راہبری کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے ہیں اور ان میں سے بعض کو بالواسطہ اور بعض کو بلا واسطہ کتابیں بھی عطا فرمائی ہیں اور ان کتابوں کی تعلیم اور دعوت کے سلسلہ میں انبیاء علیہم السلام کے علاقے اور قومیں بھی مخصوص کر دیں کہ تم نے ان کو دعوت دینا ہے اور ہر کتاب میں اُس زمانے کے لوگوں کے موافق ان کی ضروریات زندگی کے تمام مسائل کا حل موجود تھا جس پر عمل کرنے والی قومیں کامیابی سے ہمکنار ہوئیں اور ان کتابوں کو چھوڑ کر اپنی طرف سے نظام زندگی تشکیل دے کر اس پر عمل کرنے والی قوموں نے ناکامی کا منہ دیکھا اور قہر مذلت میں گریں اور سب سے آخری نبی ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کی اُمت مخصوص نہیں ہے بلکہ تاقیامت آنے والی نسل انسانی آپ کی اُمت ہے۔ آپ عالمگیر نبی تھے۔ آپ کی تعلیم و تربیت تدریس و تبلیغ کا سلسلہ شرق و غرب جنوب اور شمال تک پھیلا ہوا ہے اور آپ کو جو کتاب (قرآن) عطا فرمائی ہے اُس میں تمام طبقات ہر ملک اور ہر دور کے انسانوں کے لیے راہنمائی موجود ہے یہ وہی کتاب ہے کہ جس پر عمل کر کے عرب کے اُن پڑھو غیر مہذب اور بڈوں نے تقریباً اڑھائی سو سال تک اُدھام دینا چھوڑتے تھے۔ امیر و غریب آقا اور غلام کو ایک صف میں کھڑا کیا۔ امیر کو ایسا سبق پڑھایا کہ غریب کے پاس بیٹھنے کو اور اس کا تعاون کرنے کو سعادت سمجھنے لگا اور آقا کو ایسا سبق پڑھایا کہ وہ غلام کو آزاد کرنے میں راہ نجات تصور کرنے لگا۔

عدل و انصاف کا یہ عالم ہے کہ بیت اللہ کے طواف کرتے وقت شاہ غتان کی تہہ بند پر ایک غریب آدمی کا اول آجاتا ہے جس سے اُس کی بے حرمتی ہوتی ہے اور غصے میں آکر اس غریب

کو ایک تھپڑ رسید کرتا ہے اور وہ غریب سیدھا جا کر امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عدالت میں اُس کے خلاف شکایت کرتا ہے تو حضرت عمر نے اُسے طلب کیا اور فرمایا کہ تو نے اس غریب کو کیوں تھپڑ مارا ہے تو اس نے کہا کہ اس نے میری تہہ بند کھولی ہے۔

اس سے میری بے حرمتی ہوئی ہے۔ اس لیے میں نے اس کو تھپڑ مارا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اسلام میں تجھے یہ حق نہیں پہنچتا کہ تو اُس کو تھپڑ مارے۔ تجھے تو یہ حق پہنچتا ہے کہ تو اُس کی تہہ بند کھول دے۔ اس سے اُس کی بے حرمتی ہو جائے گی۔ اس طرح تیرا بدلہ ہو جائے گا۔ لیکن تہہ بند کھولنے کے بدلے تو اُسے تھپڑ نہیں مار سکتا تو اُس نے کہا اب تو ہو گیا۔ میں اُس کو تھپڑ مار چکا ہوں اب کیا ہو گا تو حضرت عمر نے فرمایا اب تجھے اس کے ہاتھ سے طمانچہ کھانا پڑے گا۔ چنانچہ شاہِ عثمان نے اُس غریب کے ہاتھ سے حضرت عمر کی عدالت میں تھپڑ کھایا۔ والی بصرہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے غصے میں آکر ایک شخص کو دُڑے مارے اور اُس کا سر موڑ دیا بات اصل میں یہ تھی کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اُسے کچھ مال دینا چاہتے تھے۔ اُس نے کہا یہ تھوڑا ہے حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا یہ کافی ہے اس پر ان کے مابین بات بڑھ گئی اور حضرت ابو موسیٰ کو غصہ آیا انہوں نے اُس کو دُڑے مارے اور اُس کا سر موڑ دیا۔ اُس نے وہی بال اٹھائے اور سیدھا حضرت عمر کی عدالت میں پہنچا اور شکایت کی کہ ابو موسیٰ نے میرے ساتھ بُرا حال کیا ہے اور اُسے غرور ہے کہ عمر مجھے کچھ کہے گا نہیں اس لیے اُس نے میرے ساتھ ایسا کیا ہے۔ حضرت عمر نے اُسی وقت ایک رقعہ لکھ کر اُسی شخص کو دیا اُس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ ابو موسیٰ تو نے اس شخص پر زیادتی کی ہے۔ اسلامی اصول کے مطابق یہ تم سے انتقام لے گا۔ اگر تو نے اس کو سرعام دُڑے مارے ہیں تو یہ بھی تجھے سرعام دُڑے مارے اگر تو نے اُسے تنہائی میں دُڑے مارے ہیں تو یہ بھی تنہائی میں مارے گا۔ اُس شخص نے جا کر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو یہ رقعہ دیا تو انہوں نے فوراً منہ مایا کہ بھائی مجھے معاف کر دو۔ اُس نے کہا کہ معاف نہیں کروں گا۔ آپ نے فرمایا پھر انتقام لو اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اُس کے سامنے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اب مجھے دُڑے مارو اس نے کہا کہ اب میں آپ کو معاف کرتا ہوں۔ یہ اسلامی نظامِ عدل کے نمونے ہیں۔ جو شتے نمونہ از خردارے کے طور پر پیش کیے گئے ہیں۔



اور نہ غلام کی اپنے آقا کے حق میں اور نہ آقا کی اپنے غلام کے حق میں اور نہ مزدور کی  
آجر کے حق میں۔

**تشریح:** اس حدیث پاک میں جناب نبی اکرم نے جن لوگوں کی گواہی قبول کرنے سے  
روکا ہے وہ صرف اس لیے روکا ہے کہ طرف داری کا احتمال ہے۔ کیونکہ ان کی شہادت  
قبول کرنے سے انصاف مہیا نہیں ہو سکے گا اور بقیہ تفصیل کتب فقہ میں ہے۔

## والدین اور بقیہ اقربا کے خلاف گواہی قبول ہئے

چنانچہ ذیل میں ارشادات خداوندی ملاحظہ فرمائیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ  
عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوَالِدِ الَّذِينَ وَالِ الْأَقْرَبِينَ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا  
فَاللَّهُ أَوْلَىٰ لِحَقِّهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَنْ تَعْدِلُوا وَإِنْ تَلَوُّوا  
تَعْرُضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا - (سورة النساء آیت ۱۳۵)

**ترجمہ:** اے ایمان والو انصاف کی گواہی پر خوب قائم رہو ایسی حالت میں  
کہ اپنی ذات پر والدین یا سب سے زیادہ قریبی رشتہ داروں پر بھی گواہی دو۔  
اگر وہ غنی یا فقیر ہوں تو اللہ تمہاری نسبت ان سے زیادہ قریب ہے خوب دار  
کہ انصاف کی گواہی میں من مانی کرو اگر تم پیر پھیر یا اعراض کرو گے تو بے شک اللہ تعالیٰ  
تمہارے اعمال سے اچھی طرح باخبر ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا  
يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا الْعَدْلُ لَكُمْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ  
وَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ - (سورة المائدہ آیت ۸)

**ترجمہ:** اے ایمان والو انصاف کی گواہی پر خوب قائم رہو۔ ایسی حالت  
میں کہ اللہ ہی کے لیے گواہی دینے والے ہو اور کسی قوم کی دشمنی کی وجہ سے برا فریختہ  
ہو کہ جادہ حق سے نہ ہٹو۔ انصاف کرو وہ تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب

ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو بیگم تمہارے اعمال سے اچھی طرح باخبر ہے۔  
تشریح: ان آیات میں گواہی کے سلسلہ میں بارہ چیزوں کا حکم دیا گیا ہے پہلی چیز  
قَوَّامِينَ ہے یہ صیغہ مبالغہ ہے جو قَوَّامٍ کی جمع ہے۔ قیام سے بنا ہے اس کے معنی  
بڑی دلیری اور جرأت کے ساتھ گواہی کے لیے کھڑا ہونا ہے۔ اس لیے اندازہ ہوتا ہے حق  
اور انصاف کی گواہی دینا بڑا مشکل کام ہے۔ گواہی دینے والے کے لیے بڑے خطرات ہوتے ہیں  
جان جانے کا خطرہ ہوتا ہے اور مالی نقصان کا بھی اندیشہ ہوتا ہے اس لیے اُس پر طاقت  
خداوند پاک کا حکم ہے کہ تمام خطرات کو بلائے طاق رکھ کر گواہی دینا ہے اور دوسری چیز لِلَّهِ  
کا لفظ ہے اس کے معنی ہیں صرف اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے گواہی دینا ہے اس سلسلہ  
میں مدعی یا مدعا علیہ کی خوشنودی نہیں دیکھنا اور تیسری چیز بِالْقِسْطِ ہے جس کے معنی انصاف  
کے ہیں یعنی انصاف کی گواہی دینا ہے جھوٹی گواہی نہیں دینا اور چوتھی چیز وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ  
ہے اس کے معنی ہیں اپنی ذات پر بھی گواہی دینا ہے یعنی اس گواہی کے سلسلہ میں اگر تمہاری  
ذات پر زد پڑتی ہے تمہیں خود کسی جرم کا اعتراف کرنا پڑتا ہے تو اعتراف کرو اور پانچویں چیز  
أَوَالِدِ الدِّينِ وَالْأَقْرَبِينَ ہے یعنی اگر یہ تمہاری گواہی تمہارے والدین یا کسی تیری  
رشتہ دار کے خلاف جاتی ہے تو اس کی پروا مت کرو اور چھٹی چیز إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ  
فَقِيرًا فَإِنَّهُ أَوْلَىٰ بِهَمَّا ہے یعنی تمہاری اس گواہی سے اگر کوئی امیر یا غریب متاثر  
ہوتا ہے تو اس کی پروا بھی مت کرو کیونکہ اُن کے خلاف گواہی دینے کا حکم دینے والا اللہ  
ہے۔ اُس کا تعلق اُن کے ساتھ تمہاری نسبت زیادہ ہے اور ساتویں چیز فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ  
أَنْ تَعْدِلُوا ہے کہ حق و انصاف کی گواہی دینے میں اپنی من مانی مت کرو اور آٹھویں چیز  
وَإِنْ تَكُونُوا فِي شَكٍّ مِنْ بَيِّنَاتٍ أَوْ تَعْرِضُونَ لَهَا فَإِنَّكُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ  
نوریں چیز أَوْ تَعْرِضُونَ لَهَا ہے جو اعراض سے بنا ہے معنی ہیں گواہی دینے سے منہ پھرا انکار  
کرنا یعنی گواہی دینے سے انکار مت کرو صاف صاف الفاظ استعمال کرو۔ اگر اس کے  
خلاف کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے اچھی طرح باخبر ہے اور دسویں چیز وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ  
شَتَانُ قَوْمٍ عَلَىٰ آلَا تَعْدِلُوا ہے یعنی کسی قوم کی دشمنی عداوت بغض کی بنا پر جاؤ حق

تہمتِ زنا اور ان کے سوا جو جرائم ہیں انہیں تعزیرات کہتے ہیں۔ حد و دہیں گواہی دینے کی بجائے نزدیک بہتر ہے۔ جیسا کہ جناب رسول اکرم نے حضرت ہزال کو فرمایا تھا جب اس نے حضرت ماعز کے بارے میں گواہی دی تھی کہ اُس نے زنا کیا ہے تو آپ نے فرمایا تھا **كُوَسْتَرْتَهُ بِشَوْبِكَ لَكَانَ خَيْرًا لَكَ**۔ (ابوداؤد)

اگر پردہ پوشی کرتا تو اُس کی ساتھ اپنے کپڑے کے تو تیرے لیے بہتر ہوتا۔

وَعَنْ عَمْرٍو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو  
بِْنِ الْعَاصِ أَنَّ دَسُوْلَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعَاْفُوا  
الْحُدُوْدَ فِي مَا بَيْنَكُمْ فَمَا بَلَغَنِي مِنْ حُدٍّ فَقَدْ وَجِبَ۔

(دواہ ابوداؤد وائسائی)

**ترجمہ :** اور عمرو ابن شعیب سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے باپ اور انہوں نے اُن کے دادا عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت کی ہے کہ بے شک رسول نے فرمایا کہ تم لوگ حد و د کو آپس میں معاف کرو پھر میرے تک جو حد پہنچے تو وہ واجب ہوگئی۔

**تشریح :** ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جن جرائم میں حد واجب ہوتی ہے ان میں پردہ پوشی سے کام لینا چاہیے آپس میں ایک دوسرے کو بھی نہیں بتانا چاہیے اور حکومت تک بھی نہیں پہچانا چاہیے لیکن اگر حکومت کو ان جرائم کی اطلاع پہنچ گئی تو پھر حکومت اس سزا کو معاف نہیں کر سکتی۔

## زنا کی گواہی میں چار مرد ہونا ضروری ہیں

وَالَّتِي يَأْتِيَنَّ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ  
أَرْبَعَةً مِنْكُمْ۔ (سورة النساء آیت : ۱۵)

**ترجمہ :** اور تمہاری جو عورتیں بے حیائی کا ارتکاب کریں تو ان پر چار گواہ طلب کرو جو تم میں سے ہوں۔

**تشریح :** اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں اول یہ کہ زنا کے باب میں چار گواہ ہونا

سے نہ ہٹو ذاتی رنجش کی وجہ سے دشمن کے خلاف بھی گواہی مت دو۔  
 اور گیارہویں چیز اَعْدِلُوا هُوَ اقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ہے یعنی حصول تقویٰ کی  
 خاطر عدل و انصاف کو ہر وقت اپنائے رکھو کیونکہ اسلام کے باقی اصولوں پر عمل کرنے کی  
 نسبت عدل و انصاف تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور اسلام کے تمام اصولوں پر عمل  
 کرنے کا مقصد وحید تقویٰ ہی ہے اور بارہویں چیز وَ اتَّقُوا اللَّهَ اِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا  
 تَعْمَلُونَ ہے یعنی ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو یقیناً وہ تمہارے اعمال کو اچھی  
 طرح جانتا ہے۔

## مدعی کے طلب کرنے پر گواہی دینا فرض ہے اور چھپانا جائز نہیں

وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ اِذَا مَا دُعُوْا وَلَا تَكْتُمُو الشَّهَادَةَ وَمَنْ  
 يَكْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اَتَمَّ قَلْبُهٗ - (سودۃ البقرہ ایت: ۳۸۲ - ۳۸۳)

**ترجمہ:** اور گواہ انکار نہ کریں جب انہیں گواہی کے لیے بلایا جائے  
 اور گواہی مت چھپاؤ اور جو چھپائے گا پس بے شک اُس کا دل گنہگار ہے۔

**تشریح:** یہ پوری آیتیں نہیں ہیں بلکہ ۲ آیتوں کے دو ٹکڑے ہیں۔ ان میں مزید  
 اصول بیان فرمائے گئے ہیں۔ تیرہویں چیز گواہی دینے سے انکار نہ کریں اور چودھویں چیز  
 گواہی اُس وقت دیں جب مدعی اُسے گواہی کے لیے طلب کرے خود گواہی نہ دے کیونکہ یہ  
 اُس کا حق ہے۔ وہ اگر مطالبہ کرے تو پھر گواہی دینا فرض ہے مطالبہ نہ کرے تو گواہی دینا  
 فرض نہیں ہے اور یہ جو فرمایا ہے کہ جو گواہی چھپائے گا اُس کا دل گناہ گار ہے یہ اس اعتبار  
 سے ہے کہ دار و مدار ہی دل کی نیت پر ہے جیسا کہ حضورؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ انسان کے جسم  
 میں ایک ٹکڑا ہے اُس کی اصلاح ہو جائے تو سارے جسم کی اصلاح ہو جاتی ہے اور وہ برباد  
 ہو جائے تو سارا بدن برباد ہو جاتا ہے اور وہ دل ہے۔

## حد و میں پر وہ پوشی افضل ہے

شریعت میں چار جرائم کی سزا کو حد کہتے ہیں اور وہ یہ ہیں زنا - چوری - شراب نوشی

ضروری ہے۔ ایک دو یا تین کی گواہی سے اُن پر حد جاری نہیں ہوگی اور دوسری یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ چار گواہ مرد ہونے چاہئیں۔ عورتوں کی گواہی اس باب میں مقبول نہیں خود رسالتِ مآب کے دور میں اور آپ کے خلفائے دور میں بھی عورت کی گواہی اس باب میں نہیں لی گئی۔

## زانی اور زانیہ کے جماع سے حد واجب ہوگی

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا أَتَى مَا عَزَّ ابْنُ مَالِكٍ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ لَعَلَّكَ قَبَلْتَ أَوْ عَمَرْتَ أَوْ نَظَرْتَ قَانَ لَا يَأْتِي دُسُوقَ اللَّهِ قَالَ أَنْكِهَهَا لَا يَكْفِي قَالَ نَعَمْ فَعِنْدَ ذَلِكَ أَمَرَ بِرُجُومِهِ - (رواه البخاری)

ترجمہ: اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جب ما عز بن مالک جناب نبی کے پاس آئے تو آپ نے اُسے فرمایا شاید تو نے اُسے بوسا دیا ہوگا یا ہاتھ لگایا ہوگا یا دیکھا ہوگا اُس نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کیا تو نے اُس سے جماع کیا ہے (قول راوی آپ نے کیا نہیں استمال فرمایا) اُس نے کہا ہاں پھر اس وقت آپ نے اُس کو رجم کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

تشریح: اس حدیث سے اشارہ معلوم ہوا کہ اگر چار گواہ زانی اور زانیہ کے باہم جماع کی گواہی دیں تب حد واجب ہوگی اور اگر وہ بوسہ دینے کی ہاتھ لگانے کی یا آپس میں صرف لیٹنے کی گواہی دیں تو پھر حد واجب نہیں ہوگی۔

بقیہ حدود اور قصاص میں دو مرد گواہ ہونا ضروری ہے

وَأَسْتَشْهَدُ وَاشْهَدَ مِنْ رِجَالِكُمْ فَلَنْ لَمْ يَكُونَا  
رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَأَمْدَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ  
أَنْ تَضِلَّ أَحَدُهُمَا فَتُذَكَّرَ أَحَدُهُمَا الْآخَرَى ط

(سورة البقرہ آیت ۲۸۲)



ترجمہ: طلب کرو دو گواہ اپنے مردوں میں سے اگر دو مرد نہ ہوں تو پھر ایک مرد اور دو عورتیں ان گواہوں میں سے جنہیں تم پسند کرو۔ اس لیے کہ ایک ان میں سے مجبُول جائے گی تو دوسری اسے یاد دلائے۔

تشریح: اس آیت سے معلوم ہوا کہ زنا کے علاوہ بقیہ معاملات میں دو گواہ مرد ہونے چاہئیں۔ خواہ وہ حدود قصاص ہوں یا کوئی اور معاملہ ہو لیکن جناب نبی کریم اور حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے ادوار میں حدود قصاص میں بھی عورت کی گواہی قبول نہیں کی جاتی تھی اور اگر اس معاملہ میں ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی تسلیم کر لیں تو عورت میں نسیان کا شبہ غالب ہے اور دوسری کو اُس کا معاون کے طور پر تسلیم کر لیا جائے تو اس میں شبہ بدلیت ہے اور حدود کے معاملات میں یہ دستور ہے کہ شہادت سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں لہذا حدود اور قصاص میں صرف دو مردوں کی گواہی معتبر ہوگی۔

جن معاملات میں مرد کی رسائی نہیں وہاں ایک عورت کی گواہی بھی قبول ہے

لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ شَهَادَةُ النِّسَاءِ جَائِزَةٌ فِيْمَا  
لَا يَسْتَطِيعُ الرِّجَالُ أَنْ يَنْظُرُوا إِلَيْهِ - (منقول از ہدایہ)

ترجمہ: بوجہ فرمان نبی کے کہ عورتوں کی شہادت جائز ہے جہاں مرد نہ دیکھ سکیں۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاں مردوں کی رسائی نہیں مثلاً ولادت بکارت اور عورتوں کے عیوب وغیرہ تو وہاں ایک عورت کی گواہی معتبر ہے۔ ولادت کی مثال یہ ہے کہ جب ایک آدمی ایک عورت سے شادی کرے اور شادی کے بعد چھ ماہ بعد اس عورت کا بچہ پیدا ہو اور خاوند انکار کرے کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے تو وہاں ایک عورت کی گواہی سے نسب ثابت ہو جائے گا اور بکارت کی مثال یہ ہے کہ شادی کے بعد اگر میاں بیوی میں اختلاف ہو جائے مثلاً عورت کہے کہ میرے اس خاوند میں مجھے نکاح میں رکھنے کی صلاحیت نہیں تو اب ایک عورت اُس مرد کی بیوی کا معائنہ کر کے وہ گواہی دے کہ وہ باکرہ ہے تو اس معاملے میں ایک عورت کی گواہی قبول کی جائے گی۔

## عدالت الشہود

بہر حال ان تمام معاملات میں گواہ عادل ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ اس مندرجہ ذیل آیت میں ہے۔

مِثْقَنٌ تَرَ ضَوْؤْنَ مِنْ الشَّهَادَةِ لِيَعْنِي گواہ وہ ہونا چاہیے جو تمہیں پسند ہو اور پسندیدہ گواہ عادل ہی ہو سکتا ہے اور دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے۔

وَ أَشْهَدُ فَاذْوَىٰ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَ عَادِلٌ گواہ مقرر کرکے وہیں قرآن کریم کے ان دو جملوں سے معلوم ہوا کہ عدالت الشہود لازمی ہے اور عدالت کی تشریح یہ ہے کہ گواہ گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ ہو اور صنائر پر مہر نہ ہو گناہ کبیرہ کی تفصیل میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں چار۔ سات۔ نو۔ گیارہ۔ ستر۔ ہر مجموعے کا ارتکاب اور مہم جیسے لَيْلَةَ الْقَدَرِ اور جمعہ کے روز قبولیت کا وقت مہم ہے۔ جس کی سزا دوزخ بیان کی ہے جس پر دنیا میں حد واجب ہے پتھر ہے ہیں شرک۔ زنا۔ چوری۔ قتل۔ ناحق۔ رشوت۔ سود۔ تہمت زنا۔ جھوٹی قسم۔ جس سے کسی کی حق تلفی ہو جائے۔ جادو کرنا۔ شراب نوشی۔ یتیم کا مال کھانا۔ لواطت کرنا۔ جھوٹی شہادت دینا۔ والدین کی نافرمانی کرنا اللہ کی رحمت سے ناامیدی۔ خدا سے بے خوفی۔ میدان جہاد سے فرار اور گناہ صغیرہ بے شمار ہیں۔ البتہ ان میں سے کسی ایک صغیرہ گناہ پر التزام اور امر الیکبیرہ بن جاتا ہے۔ خلاصہ مطلب یہ ہوا جو آدمی ان مذکورہ گناہوں سے پاک ہو اُس کی گواہی مقبول ہے اور جو ایسے جرائم کا عادی اور مرتکب ہو وہ عادل نہیں۔ اُس کی گواہی مقبول نہیں اور وجہ اُس کی یہ ہے کہ جو آدمی ان گناہوں میں سے کسی ایک گناہ کا مرتکب ہو گا تو احتمال ہے کہ اس واقعہ میں بھی وہ جھوٹ کہہ رہا ہو۔ اس لیے اُس کی گواہی مقبول نہیں۔

## قاضی گواہ کی ظاہری حالت تقویٰ طہارت شخصیت وغیرہ کے لحاظ سے

یعنی اگر قاضی کی عدالت میں کوئی گواہ کسی کیس میں گواہی دیتا ہے تو قاضی اُس کی ظاہری حالت دیکھ کر فیصلہ دے سکتا ہے فری طور پر اور ابتدائی مرحلے میں اُس کے مذکورہ جرائم کی تفتیش کی

ضرورت نہیں ہے کیونکہ حضور کا ارشاد گرامی ہے - ہدایہ جلد ثالث کتاب الشہادت  
 الْمُسْلِمُونَ عَدُوٌّ لِّبَعْضِهِمْ عَلَى بَعْضٍ إِلَّا مَحْدُودًا فِي فِرْيَةٍ أَيْ عِنْدَ ظَاهِرِ  
 یہی ہے کہ مسلمان بحیثیت مسلمان ہونے کے دوسرے مسلمان کے بارے میں انصاف سے  
 ہی کام لے گا - وہ اُس کے خلاف جھوٹی گواہی نہیں دے گا - وہاں مگر جس شخص پر کسی پر زنا  
 کی تہمت لگانے کی وجہ سے حد تک گئی ہو تو پھر اُس کی گواہی کسی صورت میں مقبول نہیں ہے اور  
 حضرت عمرؓ نے بھی اپنے دورِ امارت میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو ایسا ہی خط لکھا تھا اَلْمُسْلِمُونَ  
 عَدُوٌّ لِّبَعْضِهِمْ عَلَى بَعْضٍ إِلَّا مَحْدُودًا فِي فِرْيَةٍ . (حوالہ

مذکورہ) مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے بارے میں عادل ہیں - مگر جس کو حد لگا دی گئی ہو  
 کسی حد میں پس حضور اکرمؐ کے ارشاد گرامی اور حضرت عمرؓ کے فرمانِ عالی سے یہ معلوم ہوتا ہے  
 کہ ایک مسلمان اگر قاضی کی عدالت میں آکر کسی مسلمان کے خلاف یا حق میں گواہی دیتا ہے تو اُس کی  
 ظاہری حالت تقویٰ طہارت وغیرہ کو دیکھ کر اُسے عادل اور نیک گمان کر کے اُس کی گواہی  
 قبول کر لینا چاہیے - ہاں اگر اُس پر حد یا طعن ہو جائے تو پھر قاضی اُس کی گواہی عقل کے  
 فیصلہ نہیں دے سکتا کیونکہ اب ان دونوں میں سے ایک تو ضرور جھوٹا ہوگا اور کون ان میں  
 سے سچا ہے اور کون جھوٹا ہے یہ معلوم کرنے کے لیے تزکیہ کے گواہ ہونے چاہئیں - جیسا کہ  
 خداوند پاک کا ارشاد ہے -

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ مِّن بَنِي فَتْيَتِكُمْ فَأَن تَصِيدُوا قَوْمًا مَّجْهَالَةً فَتَضْحَكُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ قَدِيمِينَ .

(سورة الحجرات آیت : ۶)

ترجمہ : اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی سی خبر لے کر آئے  
 تو اُس کی تحقیق کیا کرو کہ کہیں کسی قوم پر بے خبری سے نہ جا پڑو پھر کیے پریشان  
 ہونے لگو -

تشریح : اس آیت کریمہ کے شانِ نزول کو چھیڑنا باعثِ طولت ہے اس کا خلاصہ  
 اور لبِ لباب اتنا ہی کچھ ہے کہ اگر کوئی آدمی بظاہر کتنا ہی نیک کیوں نہ ہو اگر اس کی گواہی

میں شک پڑ جائے تو اُس پر عمل درآمد کرنا جائز نہیں جب تک کہ معاملہ کی پوری تحقیق نہ کی جائے اور جناب رسول اکرم نے بھی اس موقع پر حضرت خالد ابن ولیدؓ کو یہی حکم دیا تھا کہ پہلے تحقیق کرنا پھر کوئی قدم اٹھانا پس ثابت ہوا کہ جب گواہوں پر شک پڑ جائے تو پھر ان کا تزکیہ ضروری ہے۔ صرف اُن پر انحصار کر کے کسی قاضی کو فیصلہ نہیں دینا چاہیے ورنہ ظلم کا احتمال ہے۔

تذکرۃ الشہود | تزکیہ کے مختلف معنی ہیں ان میں سے ایک معنی پاک کرنا ہے اور یہاں یہی معنی مراد ہے۔ یعنی جب گواہوں کی گواہی میں شک پڑ جائے تو تحقیق سے سجائی اور جھوٹ کو واضح کرنا ہے اس کے دو طریقے ہیں ایک یہ ہے کہ قاضی اپنی طرف سے ایک چٹھی لکھے جس میں اُس گواہ کا نام ولدیت، نسب، حلیہ محلہ وغیرہ لکھے اور مناسب یہ ہے کہ یہ چٹھی کسی ایسے دو شخصوں کے نام لکھے جو اُس محلہ میں رہنے والے ہوں۔ مستثنیٰ پرہیزگار ہوں۔ اپنے محلے کے لوگوں کے حالات سے اچھی طرح باخبر ہوں۔ لالچی اور فقیر نہ ہوں کیونکہ ایسے لوگ لالچ میں پڑ کر ان گواہوں سے یا مدعی سے مل کر ساز باز کر لیں گے۔ پھر صحیح تزکیہ نہیں ہو سکے گا۔ لیکن تذکیہ کرنے والوں میں اہمیت شہادت شرط نہیں ہے اور قاضی یہ چٹھی بھی ایسے دو شخصوں کے حوالے کرے جو مستثنیٰ پرہیزگار ہوں اور یہ چٹھی جب مکتوب الیہ کے پاس پہنچے تو اُسے چاہیے کہ صرف اپنی دانست پر ہی اکتفا نہ کرے بلکہ اُن گواہوں کے بارے میں محلے داروں سے اور اڑوس پڑوس سے معلومات حاصل کرے جس کا رخا نہ میں وہ کام کرنے والے ہوں اُن سے اور جس بازار میں وہ دوکان کرتے ہوں اُن کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرے اور پھر چٹھی کا جواب لکھ کر قاضی کے انہیں دو فرستادوں کے ہاتھ واپس کرے اور یہ چٹھی لے جاتے وقت اور واپس لانے وقت قاضی کے امین انتہائی صیغہ راز سے کام لیں اور تزکیہ کا دوسرا طریقہ اعلانیہ ہے اور وہ یہ ہے کہ قاضی گواہ کے محلے دار وغیرہ کو اپنی عدالت میں طلب کرے اور اُن گواہوں کے روبرو اُن کے گواہوں کے بارے میں معلومات حاصل کرے جناب نبی اکرم کے زمانہ مبارک میں اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں تذکیہ کا طریقہ صرف اعلانیہ ہی کا تھا۔ کیونکہ صحابہ مستثنیٰ اور پرہیزگار تھے۔ وہ حق کی شہادت دینے سے ڈرتے بھی نہیں تھے۔ اور کسی کے خلاف اگر کوئی گواہی دیتا تھا تو وہ محسوس بھی نہیں کرتا تھا کہ اُس نے میرے خلاف کیوں گواہی دی۔ مگر ہمارے زمانہ

میں معاملہ اس کے برعکس ہے کہ حق و انصاف کی گواہی دینے والے کو ڈرایا دھمکایا جاتا ہے اور بے اوقات قتل و مقاتلہ تک نوبت لگاتی ہے۔ اس لیے آج کل تزکیہ کا سہری طریقہ ہی بہتر ہے۔ صاحب ہدایہ نے امام محمد کا قول لکھا ہے کہ تزکیہ اعلانیہ فتنہ اور بلا ہے اور یہ وہ اپنے زمانے کے بارے میں فرما رہے ہیں اور آج کل کے زمانہ میں تو یقیناً فتنہ ہے کیونکہ اس میں انصاف عنقا رہے نہ حکمران عادل ہیں اور نہ گواہ۔

## فی زمانہ ضرورت تزکیہ شہود

آج پوری دُنیا میں حقوق کی جنگ جاری ہے۔ ہر ایک شخص اپنا اپنا حق مانگتا ہے اور اس جنگ نے نسل انسانی کو تباہی کے کنارے پر لاکر کھڑا کر دیا ہے اور لاکھوں انسانوں کو حقوق کے نام پر ذبح کر دیا گیا ہے۔ ہر دور میں نئے نئے دلکش پُر فریب نعرے لگائے جاتے ہیں۔ سرسبز باغ دکھائے جاتے ہیں اور ظلم و ستم کی تائی مہوئی عوام ان نعرہ بازوں کے ساتھ بھڑوں کی طرح اُن کے ساتھ چمٹ جاتی ہے لیکن ابھی تک کسی کو کسی کا حق ملا نہیں وہ ممالک جو یہ حقوق دینے کے علمبردار بنے ہوئے ہیں کیا وہاں غریبوں کو حقوق مل گئے ہیں کیا وہ سارے ہی جاگیردار بن گئے ہیں یا صنعت کار بن گئے ہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ بیچارے اسی طرح پس رہے ہیں جس طرح باقی دُنیا میں غریباً پس رہے ہیں۔ وہاں بھی اسی طرح رشوت اور سود کا استحصالی نظام چل رہا ہے۔ مثال کے طور پر عورت جو گھر کی رانی ہے اسلام نے اس کی صرف اتنی ذمہ داری رکھی ہے کہ وہ گھر میں اپنی اولاد کی تربیت کرے اور بس۔ باقی روٹی کپڑا مکان کی ذمہ داری اولاد کے باپ پر ہے مگر ان حقوق کے نام نہاد علمبرداروں نے اس صنفِ نازک پر بھی اور بوجھ ڈال دیا ہے کہ وہ اولاد کی تربیت کے ساتھ ساتھ روٹی کپڑا اور مکان کا بھی خود ہی انتظام کرے اس لیے وہ بیچاری اپنے بچوں کو کندھوں پر اٹھائے ہوئے کارخانوں میں اور سڑکوں پر کام کر رہی ہیں اور بالائی فہرہ کا ظلم و ستم سہہ رہی ہیں یہ ایک طرف سے اپنے خاوندوں کا ظلم برداشت کر رہی ہیں اور دوسری طرف سے بالائی افسروں کا یہ ہے اس صنفِ نازک پر ستم پستیم۔ جو حقوق اور انصاف کے نام نہاد علمبردار اُن پر ڈھا رہے ہیں غرضیکہ آج دُنیا کے کسی بھی ملک میں عدل و انصاف کا نام

و نشان نہیں کوئی بھی مظلوم اور دکھی انسانیت کا ہمدرد نہیں اپنا اپنا اُتو سیدھا کرنے کیلئے لیڈران قوم انہیں سرسبز باغ دکھا کر آگے کار تو بنا لیتے ہیں لیکن مقاصد کی تکمیل کے بعد انہیں استنجا کے ڈھیلے کی طرح پھینک دیتے ہیں۔ بات اصل میں یہ ہے کہ ان ممالک یا لیڈران قوم کے پاس کیا درہا ہوا ہے کہ وہ اُس عوام کو دیں یا ان کے پاس کون سا لائحہ عمل ہے کہ وہ اس بات کا تعین کر سکیں کہ فلاں کا کیا حق ہے کتنا حق ہے مرد کا کتنا حق ہے یا عورت کا کتنا حق ہے یا آج کا کیا حق ہے اور مرد و راکا کیا حق ہے اور یہ حقوق دینے کا طریقہ کار کیا ہے کیسے حکام حقوق دے سکتے ہیں اور کیسے نہیں دے سکتے۔ گواہ کس طرح کے ہونے چاہئیں اور کس طرح کے نہیں ہونے چاہئیں اور اگر وہ گواہ جھوٹے ہوں تو انہیں جھوٹا یا سچا ثابت کرنے کے لیے کیا طریقہ کار ہے۔ حکام اور گواہ کیسے سچے اور عادل بنائے جاسکتے ہیں ان کے پاس ایسا کوئی لائحہ عمل نہیں۔ اس لیے دنیا میں یہ جنگ جاری ہے۔

جب ظلم و ستم کی آگ لگی اشکوں نے بجھایا تھا اُس کو  
جو اشکوں نے بڑھکائی ہے اُس آگ کو ٹھنڈا کون کرے

## صورتِ تزکیہ شہود

ایسا لائحہ عمل صرف اور صرف قرآن ہے مقدس کتاب کے بتائے ہوئے عقائد اور اصولوں پر عمل پیرا ہونے والا کسی پر ظلم کرنا تو درکنار سوچنا بھی نہیں اور اگر اُس کے دل میں بھی یہ نصیحت خیال آجائے تو فوراً اُسے نکالنے کی کوشش کرتا ہے۔

شرقی ہو کہ غربی ہر طرف ہے فتنہ سامانی

نظامِ زلیست کو منشورِ قرآن کی ضرورت ہے

بہر حال تزکیہ شہود کی اصلی صورت تو یہ ہے کہ اس مقدس کتاب کی تعلیم و تعلم ہو۔ اُس پر عملی جذبہ پیدا کروایا جائے معاشرہ میں خدا خونی پیدا کی جائے اس کا نتیجہ یہ نکالے گا کہ پہلے تو لوگ جرائم ہی نہیں کریں گے اور اگر کوئی جرم کرے گا تو حکام عادل ہوں گے۔ انصاف سے فیصلہ کریں گے گواہ سچی گواہی دیں گے اور جس کے خلاف گواہی دیں گے وہ بُرا نہیں منائے گا۔ اس کے

باوجود اگر کسی گواہ کے بارے میں جھوٹا ہونے کا احتمال ہو تو اس گندے ماحول اور معاشرے کے اندر بھی اگر کوئی حاکم انصاف مہیا کرنا چاہے تو اس وقت اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ ہے کہ :

تَحْبِسُونَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلَاةِ فَيُقْسِمَانِ بِاللَّهِ -

ترجمہ : اُن دونوں کو نمازِ عصر کے بعد کھڑا کرو پھر وہ دونوں اللہ کی قسم اٹھائیں۔

تشریح : یعنی جس گواہ کی گواہی میں شک پڑ جائے تو قاضی (جج) کو چاہیے کہ پہلے تو اُسے مُدْخُونِی اور مُکْرَآخِرَتِ کی نصیحت کرے پھر اُس کے بعد اُسے غسل دلا کر نمازِ عصر کے بعد تمام نمازیوں کے سامنے کھڑا کرے اور اُسے یوں قسم دے اس قسم سے بہت ممکن ہے کہ گواہ جھوٹ نہیں کہیں گے اور دوسری صورت یہ ہے قاضی (جج) تذکیرِ سَرِّی گواہوں سے مخفی طور پر کر لائے اس طرح کہ اُن کے بیانات کی کسی طرح کیسٹ بھرے اور بوقتِ گواہی جب وہ گواہ جھوٹی گواہی دیں تو وہ کیسٹ سامنے رکھ کر چالو کر دی جائے اس طرح گواہوں کو سچا ثابت کیا جاسکتا ہے۔ سائنسی دور ہے کوئی مشکل نہیں ہے مگر یہ اُس وقت ہے۔ جب قاضی حق و انصاف کا فیصلہ کرنا چاہے۔